Ataunnabi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ قرآن سلسلہ ۴-۵

فاتحہ الکتاب

اور

تربیت کے اُصول

عبادت و استعانت

از:

پروفیسر محمد شریف سیالوی

ناشر:

مرکز تعلیماتِ اسلامیہ پاکستان (ملتان)

برائے رابطہ

احمد سعید کلینک، سادات کالونی

نزد ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن۔ بوسن روڈ۔ ملتان

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عبادت

مفہوم و مطالب

تفسیر ایاک نعبد

اللہ ہر موجود اپنے وجود و بقاء میں فقر و احتیاج کے ساتھ متصف ہے۔ انسان بھی اپنی ماسوا فطرت کے لحاظ سے محتاج ہے وجود و بقا میں اور تکمیل مراحل میں سورہ فاتحہ کی پہلی آیت میں اللہ رب العزت کے وجودِ ذاتی، الوھیت و ربوبیت اور قدرت و رحمت کی صفات کے حوالے سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی کہ کائنات کا ہر موجود اللہ رب العزت کا محتاج ہے۔ انسانی فطرت کے ضعف اور فقر و احتیاج کا یہ پہلو برتر اور قادر و قوی ذات کے لئے ذل و افتقار کے جذبۂ احساس کی بنیاد بنتا ہے۔ ایک دوسرا داعیہ جو جد و جہد حیات میں انسانی فطرت کا جزو لاینفک ہے اسے حصولِ منفعت اور دفع مضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان حصولِ خیر اور دفع شر کے لئے بھی کسی برتر اور قادر ذات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کی عظمت و قدرت کے پیشِ نظر اپنے تذلل، عاجزی اور احتیاج کی نسبت اسی ذات سے جوڑ لیتا ہے۔ تذلل و عاجزی اور تعظیم کی انتہائی شکل کو عبادت کہا جاتا ہے۔ دنیوی اقتدار، اشخاص، منفعت بخش اشیاء اور مظاہر فطرت مثلاً چاند، سورج، آگ، پہاڑ اور درخت وغیرہ کی پرستش انسانی فطرت کے ضعف، فقر و احتیاج اور جہالت کے مختلف پہلوؤں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے ذریعے ہدایت مہیا فرمائی اور یہ باور کرایا کہ واجب الوجود، قادر مطلق اور حقیقی نافع و ضار ذات صرف اللہ کی ہے لہٰذا اس انتہائی تذلل و عاجزی کے لائق صرف وہی ذات ہے، وہی ذات اس لائق ہے کہ اسکی عبادت کی جائے، وہی معبود برحق ہے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اور ذُل و افتقار کی نسبت صرف اسی کے ساتھ قائم کرنا فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے، اسی کے سحاب رحمت سے موجودات پر وجود و بقا کی بارش ہو رہی ہے۔ کائنات کا سارا نظام اسی کے کنٹرول میں ہے اور یوم آخرت اسکی قدرت و مالکیت اور اختیار و تصرف کے اظہار کا دن ہے۔

اللہ جو رب العالمین، رحمٰن، رحیم اور مالک روز جزا ہے اسکی معرفت کے بعد فطرتِ انسان مقتضی ہوتی ہے کہ وہ اس ذات بزرگ و برتر کے لئے اپنی غایت درجہ عاجزی کا اظہار کرے اس لئے بندہ عرفانِ ذات کی [illegible] پہنچ کر عرض کرتا ہے ایاک نعبد (ہم تیری عبادت کرتے ہیں)

عبادت کا مفہوم

لغت میں عبادت سے مراد اقصی غایۃ الخضوع و التذلل ہے[1]۔ عبادت اس مفہوم میں عبودیت سے بڑھ کر ہے کیونکہ عبودیت محض تذلل کا اظہار ہے۔ جبکہ عبادت اس تذلل اور عاجزی کی انتہا ہے۔ اسی سے ماخوذ ہے طریق معبد یعنی وہ رستہ جو چلنے والوں کی کثرت سے پست اور پختہ ہو گیا ہو اور جسے پامال کیا گیا ہو۔ قرآن مجید میں عبادت کا اطلاق تین معانی پر آیا ہے (۲)

۱۔ عبادت بمعنی طاعت جیسے آیت ان لا تعبدوا الشیطان (۳)، (یہ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو یعنی اُسکی اطاعت نہ کرو)

۲۔ عبادت بمعنی دعاء جیسے آیت إن الذین یستکبرون عن عبادتی (۴)، (وہ لوگ جو میری عبادت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں یعنی مجھ سے دعاء کرنے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں) ——

۳۔ عبادت بمعنی توحید اور یہ قرآن مجید میں کثرت سے آیا ہے جیسے آیت: "وما خلقت الجن و الإنس إلا لیعبدون (۵)" (میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں)

---

(۱) الکشاف ج ۱ ص ۱۲ المفردات ص ۳۱۹

(۲) روح المعانی ج ۱ ص ۸۶ (۳) القرآن: یٰس آیت ۶۰

(۴) القرآن: غافر آیت ۶۰ (۵) " : الذاریات آیت ۵۶

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

عبادت اس لغوی عموم میں دو طرح ہے (۱) عبادت بالتسخیر اس کا تعلق غیر مکلف اور غیر عاقل مخلوق سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرھا (۶) اور اللہ کے لئے سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا ناخوشی سے

۲۔ عبادت بالاختیار اس کا تعلق ذوی عقل سے ہے۔ عرف شرع میں مخصوص نیت و اعتقاد اور مخصوص ہیئت و طریق پر افعال کی ادائیگی عبادت کہلاتی ہے ہاتھ اٹھانا یا باندھنا، کھڑا ہونا، دوڑنا، چکر لگانا، گھٹنوں پر جھکنا، زمین پر سر ٹیکنا، بیٹھنا، جانور کا ذبح کرنا، کسی کو بلا معاوضہ کچھ دینا، کھانے پینے سے رک جانا ——— یہ سارے امور قیام و رکوع، سعی و طواف، سجدہ و تشہد، قربانی اور نماز و روزہ جو شریعت اسلامیہ میں عبادات ہے موسوم ہیں عبادت نہیں بنتے بشرطیکہ (۱) یہ اظہار تذلل اور نہایت تعظیم اختیار سے ہو پس وہ تذلل جو کہ اختیار سے نہ ہو بلکہ کسی زور سے ہو تو اس کو عبادت نہیں کہتے اور ایسے ہی جو تذلل کہ بلا اختیار پایا جائے وہ بھی عبادت میں شمار نہ ہو گا۔ (۷)

۲۔ یہ کہ جس کی تعظیم و تقدیس مطلوب ہے اور جس کے حضور اس کمال عاجزی و انکساری کا اظہار ہے اسے اپنا معبود سمجھ کر مخصوص افعال بجا لائے جائیں۔

۳۔ اعتقاد معبود کے ساتھ اپنے معبود برحق کے حضور اظہار عاجزی و تذلل کا ارادہ اور نیت ہو۔

اس عرفی معنی سے ہٹ کر عبادت کا اطلاق ہر اس فعل پر ہوتا ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو (۸)۔ اسطرح مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر فعل عبادت بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کی نیت اور ارادہ کو ہر حال اور ہر فعل پر مقدم کرے۔ گویا عبادت کا مفہوم یہ ٹھہرا کہ ہر فعل اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہو اور عبدیت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ہر فعل پر راضی ہو جائے (۹)

قرآن مجید میں جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے عبادت کا معنی توحید ہے یہی مقصد تخلیق انسان بتایا گیا اور اسے ہی انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت کا اصل قرار دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۱۰) (اور میں نے جنوں اور

---

(۶) القرآن : الرعد آیت ۱۵ (۷) تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۸

(۸) تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۱۶، ۱۷ (۹) تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۱۶، ۱۷

(۱۰) القرآن : الذاریات آیت ۵۶

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسانوں کے لئے اصل الاصول اور ان سے بنیادی مطالبہ بھی عبادت ہے۔

فرمایا: إن الحکم إلا للہ أمر ألا تعبدوا إلا إیاہ (۱۱) حکم صرف اللہ کے لئے ہے اس نے حکم دیا کہ تم نہ عبادت کرو مگر اسی کی) اور بعثت انبیا علیہم السلام کی غرض وغایت بھی عبادت کی طرف دعوت ہے فرمایا: ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ (۱۲) ہم نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے بچو۔ اور وحی کا موضوع بھی یہی ہے، وما ارسلنا من قبلک من رسول إلا نوحی الیہ أنہ لا إلہ إلا أنا فاعبدون (۱۳) آپ سے قبل ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اسکی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو) جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مشن یہی رہا ہے۔ فرمایا: واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمٰن آلھۃ یعبدون (۱۴) اور پوچھئے ان رسولوں سے جنہیں آپ سے پہلے بھیجا کہ ہم نے رحمٰن کے علاوہ معبود بنائے کہ انکی عبادت کی جاتی)

عبادت اور تعظیم میں فرق

جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عبادت نام ہے انتہائی تعظیم اور انتہائی تذلل وخضوع کا۔ دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ ہر عبادت تعظیم پر مشتمل ہوتی ہے بدونِ تعظیم کوئی فعل عبادت نہیں بن سکتا ہر تعظیم کے لئے ضروری نہیں کہ وہ عرفی معنی میں عبادت بھی ہو مثلاً نماز روزہ تعظیم بھی ہے اور عبادت بھی ——— لیکن انبیاء وصالحین، مقاماتِ مقدسہ، والدین واساتذہ اور علماء وصلحاء کی تعظیم و تکریم شرع میں عبادت نہیں۔ اگر ہر تعظیم کو عبادت کا نام دیا جائے تو مذکور اشخاص اور آثار و مقامات کا ادب واحترام بھی عبادت ٹھہرے گا۔ جب غیر اللہ کی عبادت و پرستش حرام ہے تو انکی تعظیم وتوقیر بھی حرام قرار پائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرات

---

(۱۱) القرآن آیت [redacted] القرآن: النمل آیت ۲۶

(۱۲) " : انبیاء " ۲۱ (۱۳) " : زخرف " ۴۵

(۱۴) "

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

انبیاء کرام و صلحاء اور ان کے آثار و مقامات مقدسہ شعائر اسلام میں داخل ہیں اس لئے انکی تعظیم نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اسے تقویٰ اور ایمان و اسلام کا جزو قرار دیا گیا ہے قرآن مجید میں ہے "ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (۱۵) ـــــ اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے، پس بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے)

اس سیاق میں عبادت اور تعظیم کے اطلاق و استعمال میں احتیاط برتی جائے، ان دونوں کے مابین بنیادی فرق کو ملحوظ رکھا جائے اور شرک سازی کی مہم میں جلد بازی سے گریز کیا جائے۔

عبادت اور تعظیم کے مابین فرق و امتیاز میں سے ایک یہ ہے کہ ہر عبادت تعظیم ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر تعظیم عبادت بھی ہو۔ دوسرا یہ کہ عبادت تعظیم کی انتہائی صورت ہے اور بندہ کی طرف سے کمال عاجزی و انکساری کا اظہار ہے۔ عبادت خضوع اور تعظیم کی ایسی نوع ہے جس کی کوئی حد نہ ہو اس طرح عبادت انتہائی درجہ قلبی تذلل، دلی محبت اور اپنے معبود کے جلال و جمال میں فنا کا وہ مقام ہے کہ فنا کی کوئی اور نوع اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ انسان کبھی دام محبت کا اسیر ہو جاتا ہے وہ اپنے محبوب کے عشق میں خود کو مٹا دیتا ہے۔ اس کے لئے ذلت و پستی اور فنا کو قبول کرتا ہے۔ اس محبوب کی خاطر ہر تکلیف اور عذاب میں ایک گونا لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ عمل کتنا ہی کیوں نہ بڑھ جائے اسے عبادت کا نام نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ عبادت ایسا عمل ہے جس کا اثر شعور پر بید غالب آجاتا ہے اسکی حقیقت کا احاطہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر عبادت سے یہ روح خارج ہو جائے اور یہ شعوری کیفیت موجود نہ ہو تو ایسی عبادت خدا کے ہاں نہ مقبول ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے رضائے باری تعالیٰ کا ثمرہ حاصل ہو سکتا ہے (۱۶)

تیسرا یہ ہے کہ عبادت صرف ایسی تعظیم کا نام ہے جو معبود سمجھ کر بجا لائی جائے مثلاً سجدہ جو بظاہر عبادت کا واضح نمونہ ہے بطور تعظیم غیر اللہ کے لئے پہلی شریعتوں میں جائز رہا ہے۔ یہ سجدہ عبادت نہیں بلکہ سجدہ تعظیمی ہے جس میں مسجود کے معبود ہونے کا اعتقاد نہیں پایا جاتا۔ ملائکہ کا سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو (۱۷)، اور برادران یوسفؑ کا سجدہ حضرت یوسف علیہ السلام

---

(۱۵) القرآن : الحج آیت ۳۲ (۱۶) تفسیر القرآن (محمود شلتوت) ج ۱ ص ۲۹۔

(۱۷) " : بقرہ " ۳۴

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کو اسی قبیل سے ہے (۱۸)۔ یہاں یہ تصریح ضروری ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں تعظیمی بھی حرام ہے (۱۹)، چوتھا یہ کہ اطلاق کے اعتبار سے لفظ عبادت صرف اللہ کے حضور اظہار تذلل کی تعبیر کے لئے آتا ہے۔ غیر اللہ کی تعظیم کے لئے عبادت کے لفظ کا اطلاق حرام ہے۔ اس طرح عبادت کا اطلاق اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے جبکہ تعظیم کا لفظ اللہ اور اس کے ماسوا کے لئے آسکتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عبادت تو عاجزی اور تعظیم کی انتہائی شکل ہے جو صرف اللہ کے حضور جائز ہے (۲۰) اس لئے جو شخص (عبادت) لفظ غیر اللہ کے لئے استعمال کرتا ہے وہ فعل حرام کا مرتکب ہوتا ہے (۲۱)

عبادت اور طاعت میں فرق

عبادت اور طاعت کے درمیان نسبت تساوی یعنی ہر عبادت کو طاعت اور ہر طاعت کو عبادت کا نام دینے میں بھی مغالطہ ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی عبادت بغیر طاعت کے نہیں ہوتی لیکن طاعت بغیر عبادت ہو سکتی ہے مثلاً اللہ رب العزت کی عبادت بھی ہے اور طاعت بھی جبکہ انبیاء و رسل اولو الامر، والدین اور اساتذہ و مرشدین کی عبادت تو ہرگز جائز نہیں لیکن انکی اطاعت ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وما ارسلنا من رسول إلا ليطاع باذن الله (۲۲)

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے۔

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم (۲۳)

اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله - (۲۴)

---

(۱۸) القرآن : یوسف آیت ۱۰۰ (۱۹) رواہ ابوداؤد و احمد عن معاذ بن جبل

(۲۰) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۸ (۲۱) حاشیہ علی البیضاوی (شیخ زادہ) ج ۱ ص ۴۲

(۲۲) القرآن : [illegible] نساء آیت ۵۹

(۲۴) " " " ۸۰

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

جس نے رسول کی اطاعت پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ اس لئے انکی تعظیم والدین کی اطاعت کو ہر حال میں لازم قرار دیا گیا الا یہ کہ وہ شرک پر مجبور کریں قرآن مجید میں ہے

وإن جاهداك على ان تشرك بي مالیس لك به علم فلا تطع ـــــ اور اگر وہ دونوں تجھے مجبور کریں اس پر کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم پس انکی اطاعت نہ کر ۔ مخلوق کی جائز اطاعت کا ضابطہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (۲۶) ترجمہ مخلوق کی ایسی طاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانبرداری ہو ۔ عربی لغت کے ایک عالم نے اس فرق کو یوں بیان کیا "إن العبادة غاية الخضوع ولا تستحق إلا بغاية الإنعام ولهذا لا يجوز ان يعبد غير الله ولا تكون العبادة إلا مع المعرفة بالمعبود والطاعة الفعل الواقع على حسب ما أراده المريد متى كان المريد اعلى رتبة ممن يفعل ذلك وتكون للخالق والمخلوق والعبادة لا تكون إلا للخالق والطاعة في مجاز اللغة تكون اتباع المدعو الداعي الى ما دعاه اليه وان لم يقصد التبع كالانسان يكون مطيعا للشيطان وان لم يقصد ان يطيعه ولكنه اتبع دعاءه وارادته (۲۷)

ترجمہ : عبادت غایت خضوع ہے اور اس کا استحقاق غایت انعام سے ہی ہو سکتا ہے اس لئے اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں اور عبادت نہیں ہوتی مگر ساتھ جاننے معبود کے ۔ طاعت ایسا فعل ہے جو فاعل کے مرتبہ سے اعلیٰ ارادہ کرنے والی ذات کے ارادے کے مطابق واقع ہو یہ (طاعت) خالق اور مخلوق دونوں کی ہو سکتی ہے ۔ لیکن عبادت صرف خالق کے لئے ہے ۔ البتہ طاعت مجاز کے طور پر داعی کی دعوت پر مدعو کے اتباع کرنے کا نام ہے خواہ وہ (متبع) اتباع کا قصد بھی نہ کرے جیسے کہا جائے کہ انسان شیطان کا مطیع ہے حالانکہ اس نے

---

(۲۶) روی فی شرح السنة عن النوس بن سمعان

(۲۷) الفروق اللغوية (ابوهلال العسكري) ص ۱۸۱

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

شیطان کی اطاعت نہیں کی بلکہ اس کی دعوت اور خواہش کے پیچھے چلا۔)

اس حوالے سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ گو عبادت اور طاعت ایک دوسرے کی جگہ آ جاتے ہیں لیکن بُنیادی طور پر ان دونوں میں لغوی اعتبار سے فرق ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں انبیاء و رسل اور صالحین کی قبروں کو پُوجنے والوں کی مذمت کی گئی تو انہوں نے کہا " ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا (۲۸) ہم انکی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں) آیت مذکورہ میں ان کے اس فعل کو مذموم اور حرام قرار دیا گیا کیونکہ وہ ان انبیاء و صالحین کو معبود سمجھتے تھے اور اعتقادِ معبودیت سے انکی قبروں پر سجدہ ریز ہوتے تھے۔ اگر عبادت سے مراد یہاں تعظیم اور طاعت ہوتا تو یہ فعل مذموم نہ گردانا جاتا۔ اس لئے کہ قرآن و سُنّت کے شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام و رسل علیہم السلام اور صالحین کی تعظیم اور اطاعت قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے، ان کا ادب اور احترام ایمان اور تقویٰ میں داخل ہے۔ انکی فرمانبرداری موجب فوز و فلاح ہے اور ان کے حق میں گستاخی اور بے ادبی بے دینی ہے۔ لہٰذا اس آیت سے حرمتِ عبادت کی نفی سے انبیاء و صالحین کی تعظیم اور ادب و احترام کی نفی ایک ایسا مغالطہ ہے جس سے قرآن و سُنّت کے صریح احکام کا انکار لازم آتا ہے۔

مستحق عبادت صرف اللہ ہے

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ تعظیم و طاعت غیر اللہ کے لئے جائز ہے لیکن استحقاقِ عبادت صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ کو حاصل ہے معبود برحق صرف ایک ہی ذات ہے۔

ایّاک نعبد میں ایّاک مفعول بہ ہے جو فعل اور فاعل ہر دو پر مقدم ہے عربی قواعد کی رُو سے مفعول بہ کی تقدیم حصر اور اختصاص کا فائدہ دیتی ہے اس لئے معنی کلام ہوا۔ نخصّک بالعبادۃ (ہم تجھے عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں) اور یہ کہ نعبدک و لا نعبد احدا غیرک (ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے) گویا ایّاک نعبد سے اثباتِ عبادت ہے اللہ کے لئے اور نفیٔ عبادت ہے غیر اللہ سے جس طرح کلمہ طیبہ لا

---

(۲۸) القرآن : الزمر آیت ۳

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

إلٰہ إلا اللہ میں اللہ کے معبود ہونے کا اثبات اور غیر اللہ کے معبود ہونے کی نفی ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں اثباتِ عبادت ہے اللہ کے لئے جیسے فرمایا : یا یھا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم (۲۸) اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا) کہیں صرف نفی عبادت ہے غیر سے جیسے فرمایا : فلا تجعلوا للہ انداداً واجتنبوا الطاغوت (۲۹) ترجمہ :۔ پس تم اللہ کے مدِمقابل نہ بناؤ اور طاغوت سے بچو) اس تعبیر سے ایاک نعبد کہہ کر بندہ لا إلٰہ إلا اللہ کے دعوے کا عملی ثبوت دیتا ہے۔ دونوں کلمے ایک ہی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں کلمہ لا إلٰہ إلا اللہ دو امروں پر مشتمل ہے ایک مثبت دوسرا منفی۔ اسی طرح ایاک نعبد بھی دو امروں سے مرکب ہے ایک میں اثبات اور دوسرے میں نفی (۳۰)

عبادت صرف اللہ کے لئے روا ہے کیونکہ عبادت کے لائق کوئی نہیں مگر وہ ذات کہ جس کی طرف سے غایت درجہ انعام واکرام اور فضل و احسان ہو۔ سورۃ فاتحہ میں مذکور اسماء باری تعالیٰ کی توضیح میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان بنیادی طور پر محتاج ہے۔ ماضی، حال اور استقبال ہر سہ زمانوں میں وہ اللہ کی ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے۔ بتقاضائے ربوبیت و رحمت اللہ کی طرف سے بندوں پر مسلسل انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اسی رحمت سے اسے (بندے کو) خلعتِ وجود ملی، لاعلمی سے عقل و شعور کی روشنی میں آیا اور پھر طرح طرح کے اسبابِ زندگی عطا ہوئے گویا تخلیق و ایجاد سے لے کر بقائے حیات اور حیات بعد از ممات تک کے سارے مراحل یہ اللہ کے انعامات ہیں۔ ارشاد ہے : "وقضی ربک ان لا تعبدو إلا إیاہ (۳۱) (اور فیصلہ کیا تیرے رب نے کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اسی ایک کی)

اور جو ذات ان صفات کی مالک نہیں وہ کسی طرح بھی لائق عبادت نہیں۔ مشرکین مظاہر فطرت، اشخاص اور اشیاء میں سے جن کی پرستش کرتے ہیں وہ بالذات نفع اور نقصان کے

---

(۲۹) القرآن : النحل آیت ۳۶

(۳۰) اضواء البیان : الشنقیطی محمد امین ج ۱ ص ۱۰۴

(۳۱) القرآن : الاسراء آیت ۲۳

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

مالک نہیں اس لئے ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا انسانیت اور عقل و خرد کی توہین ہے اور غیر اللہ کی پرستش فطرتِ سلیمہ کے منافی ہے۔

ایّاکَ نعبد میں تقدیم مفعول بہ (معبود) میں یہ حکمت مضمر ہے کہ عارف کو چاہئے کہ وہ اس مقام پر خود کو بھول جائے عبادت کو بھی مقصود نہ بنائے اسکی نگاہ ہو تو صرف اپنے معبودِ حقیقی پر تاکہ وہ اس کے انوارِ جمال کے مشاہدہ میں استغراق کی نعمت سے سرفراز کیا جائے۔(۴۲)

حکمت التفات اور کمالِ عبادت

الحمد للہ سے مالکِ یوم الدین تک کلام بصیغۂ غائب ہے۔ ایّاکَ نعبد (ہم تیری عبادت کرتے ہیں) میں خطاب ہے۔ علم بلاغت میں ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف لوٹنا، تکلم و خطاب اور غیب میں سے ایک سے دوسرے کی طرف منتقلی جہاں سامع کے لئے دلکشی اور جاذبیت کا باعث ہوتی ہے وہاں محبّت و نفرت، عظمت و حقارت اور اہمیت وغیرہ جیسے معنوی اُمور کی طرف اشارے بھی پائے جاتے ہیں جو اہلِ ذوق کے لئے خاص کیف و سُرور پیدا کر دیتے ہیں۔ اس انداز بیان کو التفات کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت حتیٰ اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم (۴۳) بطورِ مثال کے پیش کی جاتی ہے کیونکہ اس میں خطاب سے غیب کی طرف منتقلی ہے۔ فاتحۃ الکتاب میں اس کے برعکس غیب سے خطاب کی طرف التفات ہے۔ اس میں حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ بندہ جب اللہ کے حضور کمالِ عاجزی کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اللہ کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر بصیغۂ غیب اُسکی صفاتِ کمالیہ کا بیان شروع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ذات جو پہلے پردہ خفاء میں تھی وہ ان صفات کی معرفت سے عیاں ہوگئی، غیب خفی جب ظہورِ جلی میں بدل گیا تو یہ حال اسلوب خطاب کی طرف منتقلی کا سبب ٹھہرا۔ بندہ جب مالک یوم الدین تک پڑھتا ہے، صفاتِ باری تعالیٰ میں غور و فکر کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ان صفاتِ کمالیہ میں منفرد ہے۔ انہی صفات کی وجہ سے وہ ذاتِ اقدس معبودیت کے لائق ہے وہ ان صفاتِ کمال سے ممتاز ہے اور کائنات کا ہر موجود اپنے وجود

---

(۴۲) ضیاء القرآن : محمد کرم شاہ الازہری ج ۱ ص ۲۴

(۴۳) القرآن : یونس آیت ۲۲

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اور بقاء میں اس کا محتاج ہے (۲۴) یوں عابد مرتبہ دلیل و برہان سے درجہ مشاہدہ کی طرف، عالم غیب سے عالم شہود کی طرف منتقل ہو جاتا ہے خود کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے گویا وہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہے نہایت خضوع کے ساتھ دستِ دعاء دراز کرتا ہے، عاجزی و زاری سے مناجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور عرض کرتا ہے اے وہ ذات جو ان صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے ہم عبادت کے لئے تجھے مخصوص کرتے ہیں اور ہم کسی اور کو موجود حقیقی ہی تسلیم نہیں کرتے چہ جائیکہ اسکی عبادت کریں۔ (۲۵)

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اسلوب التفات میں راہِ سلوک کے اشارات ہیں کیونکہ عارف کا ابتدائی حال اسماء باری تعالیٰ کا ذکر، ان کی حکمتوں میں فکر و تدبر، اللہ کی نعمتوں میں غور و خوض، اللہ کی کمالِ صنعت سے اسکی بلند شان اور قوت و قدرت پر استدلال ہے۔ اس راہ کا منتہا ہے کہ وہ بحرِ وصال کی موجوں میں غوطہ زن ہو کر اہلِ مشاہدہ میں سے ہو جاتا ہے پس وہ اپنے رب کو بے حجاب دیکھتا ہے اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے (۲۶)

ایاک نعبد سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حمد ہو تو ایسے ہو کہ حمد کرنیوالے بندہ کو حجابِ غیب سے اٹھا کر قربِ مشاہدہ اور درجہ حضوری کی بلندی پر پہنچا دے۔ یہی کیفیت روح عبادت ہے مشاہدہ کی یہ حالت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بندہ دولتِ یقین سے مالا مال ہو جاتا ہے صفات باری تعالیٰ کی معرفت اس کے ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے، وہ ماسوا اللہ سے اعراض کر لیتا ہے، اسکی ساری توجہ اپنے رب کی طرف مرتکز ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب، اسکی زبان، وہم و گمان اور اس کے ظاہر و باطن میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا (۲۷)

قرآن مجید نے یقین کو روحِ عبادت کہا حکم ہوا "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (۲۸) اور تو اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے (حدیثِ نبوی میں اس حالت

---

(۲۴) تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۱۶ (۲۵) تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۱۶
(۲۶) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۸ (۲۷) حاشیہ علی البیضاوی (شیخ زادہ) ج ۱ ص ۳۹
(۲۸) القرآن : الحجر آیت ۹۹

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کو احسان سے تعبیر کیا گیا۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا :
اخبرنی عن الاحسان (یارسول اللہ مجھے احسان کے بارے بتلایئے) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " الاحسان ان تعبد اللہ کأنک تراہ فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک (۲۹) (احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا تُو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے دیکھ نہیں رہا تو بے شک وہ تجھے دیکھتا ہے)

صیغۂ جمع میں حکمت

ایاک نعبد میں نعبد صیغۂ جمع متکلم ہے معنی ہے ہم عبادت کرتے ہیں۔ یہاں اَعْبُدُ (میں عبادت کرتا ہوں) کی بجائے نعبد کہنے میں چند حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ جمع کے صیغہ سے التزامِ جماعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔(۴۰) دوسرا یہ کہ اعبد (میں عبادت کرتا ہوں) کہنے سے اور عبادت کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرنے سے غرور پیدا ہو سکتا ہے کہ میں عبادت گزار ہوں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا حق پُوری طرح ادا کرنا انسان کے بس میں نہیں اور عبادت پر غرور ایک آفت ہے جو اخلاص اور خُدا کے حُضور کمالِ عاجزی کے جذبہ کے لئے موت ہے۔ اس لئے نعبد کہنے کی تعلیم دی گئی تاکہ بندہ اپنی عبادت پر اترائے نہیں بلکہ اتنی ریاضت و مجاہدہ کے باوجود بھی اپنی عبادت کو کم خیال کرے۔ تیسرا یہ کہ نَعْبُدُ کہہ کر بندہ اپنی عبادت کو انبیاء و صالحین کی عبادت کے ساتھ رکھ دیتا ہے اور اپنی حاجت کو انکی حاجتوں کے ساتھ ملا دیتا ہے اس توقع سے کہ ان مقربانِ بارگاہ کی عبادت کی برکت سے اسکی عبادت قبول ہو اور حاجت پُوری ہو۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ بعض عبادت کا قبول کرنا اور بعض کا رَد کرنا ارحم الراحمین کے کرم کے لائق نہیں اور پھر ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لا یشقی جلیسہم، ان کا ہمنشیں کبھی بدبخت نہیں ہو سکتا)، یہ بندہ جب ربِ کائنات کے حُضور تمام عابدوں کی عبادتیں اور حاجتمندوں کی حاجتیں پیش کرتا ہے تو گویا وہ عرض کرتا ہے۔ الٰہی! میری عبادت میں ہر قسم کا قصور، عیب اور نقصان سہی،

---

(۲۹) صحیح بخاری باب سؤال جبریل النبیؐ عن الاحسان
(۴۰) تفسیر مظہری ج ۱ ص ۹

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

لیکن یہ عابدوں کی عبادت کے ساتھ ملی ہوئی ہے تیرے کرم کے لائق نہیں کہ تُو ان عبادتوں میں فرق کرے یا سب کو ردّ کر دے کیونکہ ان میں تیرے اولیاء اور نیک بندوں کی اخلاص میں ڈُوبی ہوئی عبادتیں ہیں بس اے اللہ اس عبادت کو بھی ان صالحین کی عبادت کے ساتھ ملانے کی برکت سے قبول فرمالے۔ (۴۱)

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

استعانت: مفہوم و مطالب

تفسیر: وایّاک نستعین،

حق تعالیٰ کی شانِ الوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق آداب بندگی اور پرستش کے لئے اسے ہی مخصوص جانے اور انکی پیشانی صرف اسی ایک بارگاہ میں سجدۂ نیاز کے لئے جُھک جائے اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت یعنی رب العالمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے فقر و احتیاج کی نسبت اپنے خالق و مالک سے قائم کرلے، ظاہری اسباب کی بجائے مؤثر حقیقی پر نگاہ رکھے اس لئے کہ نفع اور ضرر کا حقیقی مالک صرف اللہ ہے۔

اس پس منظر میں عبادت و استعانت کا ایک دُوسرے کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے حق تعالیٰ کی صفتِ کمال اس کا معبود ہونا ہے تو بندے کا کمال کمالِ بندگی میں ہے اللہ تعالیٰ صفتِ ربوبیت سے متصف ہے تو بندے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو مستعان اور حاجت روا سمجھے۔

اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا معنی ہے ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایاک نعبد کی طرح یہاں

---

(۴۱) حاشیہ علی البیضاوی (شیخ زادہ) ج ۱ ص ۴۲

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

بھی ایاک یعنی مفعول بہ کی تقدیم فعل نَستَعِینُ پر مفید حصر و اختصاص ہے، معنیٰ کلام یہ ہوا کہ نخصّک بالاستعانۃ (ہم تجھی سے استعانت کے ساتھ خاص کرتے ہیں) یا یہ کہ نَستَعِینُکَ ولَا نَستَعِینُ غَیرَکَ (ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی اور سے مدد نہیں چاہتے)۔

لغت عرب میں الاستعانۃ کا معنی ہے طلب العون والتائید والتوفیق[1]، یعنی مدد، تائید اور توفیق کا سوال کرنا۔

ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین لانے میں حکمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ عبادت گو بندے کا فعل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی فعل خیر بدون توفیق الٰہی اور تائید خداوندی کے ہو نہیں سکتا اس لئے تعلیم یہ دی گئی کہ بندہ اپنی عبادت پر غرور نہ کرے بلکہ اپنے رب کے حضور سربسجود ہونے کی استطاعت اور جذبہ عبودیت کے حصول کے لئے دامن طلب پھیلائے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ طلب توفیق کو اس فعل خیر یعنی عبادت سے پہلے ہونا چاہئے یعنی عبادت سے پہلے استعانت ہوتی۔ اگرچہ واقعہ یہی ہے لیکن اس اعتبار سے کہ عبادت اللہ کا حق ہے اور استعانت بندے کا، اور یہ کہ اللہ کا حق بندے کے حق پر مقدم ہے یہاں ایاک نعبد کو پہلے ذکر کیا گیا اور ایاک نستعین کو بعد میں۔

عمومی طور پر استعانت طلب المعونۃ کے معنی میں ہے لیکن اس سیاق میں معونت کی چار اقسام بیان کی گئی ہیں، قاضی بیضاوی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

الاستعانۃ طلب المعونۃ وھی إما ضروریۃ او غیر ضروریۃ، والضروریۃ ما لا یتأتی الفعل دونہ کاقتدار الفاعل وتصورہ وحصول آلۃ ومادۃ یفعل بھا وعند استجماعھا یوصف الرجل بالاستطاعۃ ویصح ان یکلف بالفعل ویسہل کالراحلۃ فی السفر للقادر علی المشی او یقرب الفاعل إلی الفعل ویحثہ علیہ وھذا القسم لا یتوقف علیہ صحۃ التکلیف والمراد طلب

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن: القرطبی، ۱۵: ص: ۱۴۵

Ataunnabi.com

المعونۃ فی المہمات کلہا او فی اداء الواجبات (۱)

ترجمہ: استعانت کے معنی ہیں طلبِ معونت یہ دو قسم ہے (۱) ضروری (۲) غیر ضروری اس فعل پر قادر ہونا، اور یہ کہ ——— اس فعل کا خیال دل میں آنا، آلات اور وسائل کا حاصل ہونا جس سے وہ فعل کیا جائے، یہ جس شخص میں جمع ہو جائیں تو اسے صاحبِ استطاعت کہا جائے گا کسی فعل کے ساتھ مکلف ہونے کا دارو مدار بھی اسی پر ہے۔

دوسری وہ چیز کہ اس کام کو آسان کر دے جیسے سواری سفر میں اس شخص کی نسبت سے جو پیدل چلنے پر قدرت رکھتا ہے۔

تیسری وہ چیز کہ فاعل کو فعل کے نزدیک کر دے۔

چوتھی وہ چیز کہ فعل پر برانگیختہ کرے اور رغبت پیدا کرے، اس پر تکلیف موقوف نہیں۔

معونت کی ان اقسام کے پس منظر میں اگر استعانت سے مراد ادائیگی عبادت میں طلبِ معونت ہو (۱) ۔ تو عقل و شعور، ہاتھ اور پاؤں عبادت کے لئے قسم اوّل کی چیزیں ہیں، موانع کا دُور کرنا اور عبادت کے لئے مشغولیت اور قلبی فراغت کا مہیا کرنا دوسری قسم ہے۔ داعیہ اور جذبۂ عبادت دل میں ڈالنا، اس کا حسن عقل کے نزدیک ظاہر کرنا، لذّت عبادت پیدا کرنا اور دل کا کھل جانا یہ تیسری قسم ہے۔ مرشد، انبیاء اور اولیاء کا پیدا فرمانا تاکہ وہ نصیحت کے ساتھ عبادت کی ترغیب دیں یہ قسم چوتھی ہے (۳)

وجوبِ عبادت کے لئے وجود استطاعت ضروری ہے۔ اور کمالِ عبادت تب حاصل ہوتا ہے جبکہ یہ جملہ اقسامِ معونت مہیا ہوں۔ یہ معاملہ صرف عبادت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جملہ امورِ خیر میں استعانت درکار ہے۔

یہاں اس سیاق میں ایّاکَ نعبد کی نسبت سے استعانت فی العبادۃ کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ ہر چند عبادت بندے کا کسب اور عمل ہے لیکن بندے کا عمل موقوف ہے اس پر کہ اس کے دل میں تصور اس فعل کا آئے، کیونکہ جب تک دل میں اس کا خیال نہ آئے وہ اسے

---

(۱) انوار التنزیل واسرار التاویل: قاضی بیضاوی ج ۱: ص ۹

(۲) تفسیر کشاف: جار اللہ زمخشری ج ۱: ص

(۳) " عزیزی: شاہ عبدالعزیز دھلوی ج ۱: ص ۴۶

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کیسے کر سکتا ہے اور یہ تصور پیدا کرنا خدا کے اختیار میں ہے اسی طرح عبادت کے نفع اور حسن کا علم اور اس علم کو اس کے دل میں بٹھانا اور محکم کرنا یہ سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ بندے کو اس میں کوئی دخل نہیں (۱)

استعانت بالغیر

یہ ضابطہ بہر حال پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ مؤثر حقیقی تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس لئے اصلاً مستعان و حاجت روا اللہ ہی ہے۔ البتہ علی سبیل المجاز بعض اوصاف و اعمال اور اشیاء و اشخاص سے استعانت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ایسی صورت میں جن سے استعانت کی جاتی ہے انکی حیثیت محض وسیلہ اور ذریعہ کی ہوتی ہے۔

علامہ آلوسی نے ایاك نعبد کے بعد ایاك نستعین لانے میں ایاك کے تکرار کی وجہ بیان فرمائی کہ:

"عندی ان التکرار للاشعار أن حیثیة تعلق العبادة به تعالیٰ غیر حیثیة تعلق طلب الاستعانة منه سبحانه ولو قال ایاك نعبد ونستعین لتوهم أن الحیثیة واحدة والشان لیس کذلك اذ لابد فی طلب الاعانة من توسط صفة وله کذلك فی العبادة فلاختلاف التعلق اعاد المفعول لیشیر بها الیه (۱)

ترجمہ: میرے نزدیک تکرار ایاك کا باعث اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کا تعلق جس حیثیت سے اللہ کے ساتھ ہے وہ اس سے مختلف ہے جس سے استعانت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق ہے۔ اس لئے اگر یہ ہوتا ایاك نعبد و نستعین تو اس امر کا وہم پایا جاتا کہ دونوں (عبادت و استعانت) کی حیثیت ایک ہی ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں کیونکہ طلب اعانت میں کسی صفت کا واسطہ ضروری ہے جب کہ عبادت میں ایسا نہیں تو اس تعلق کے اختلاف کی وجہ سے مفعول بہ یعنی ایاك کو لوٹایا گیا تاکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو سکے۔

استعانت بالغیر کی تین صورتیں ہیں۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

(۱) استعانت مخصوص اوصاف وافعال سے

(۲) اشیاء ـــــ اور ـــــ (۳) ذوات واشخاص سے

قرآن وسنت میں ہر سہ انواع سے استعانت کا جواز ملتا ہے ہاں اگر ان اسباب ووسائل کو اصلاً موثر مانا جائے اور ان کے مستقل بالذات ہونے کا اعتقاد رکھا جائے، انہیں ارادۂ ربانی اور منشائے باری کا پابند نہ سمجھا جائے تو اس کے شرک اور واضح گمراہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

قرآن مجید میں صبر اور صلوۃ سے استعانت کا حکم ہے ظاہر ہے کہ صبر اور نماز دونوں بندے کے افعال ہیں۔ آیت ہے: یاایھاالذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (۱)

(اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری، قیلولہ اور صدقہ کے ساتھ دن کے روزے، رات کی عبادت اور رزق کے حصول کے لئے استعانت کا حکم دیا۔

ابن ماجہ کی روایت ہے: "استعینوا بطعام السحر علی صیام النہار و بالقیلولۃ علی قیام اللیل" (۲)

(سحری کے کھانے کے ساتھ دن کے روزوں اور قیلولہ کے ساتھ رات کی عبادت پر مدد چاہو)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقۃ" (۳)

(رزق کے بارے صدقہ سے مدد چاہو)

نیکی اور خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے مدد اور طلب مدد ہر دو شرعاً مطلوب ہیں اس کا ضابطہ قرآن مجید نے مہیا فرمایا کہ: تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۴)

ترجمہ: ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تقویٰ پر مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)

---

(۱) البقرہ آیت ۴۵ (۲) سنن ابن ماجہ

(۳) مسند الفردوس (۴) المائدۃ آیت ۲

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

قرآن مجید نے ذوالقرنین کی حکایت بیان فرمائی کہ انہوں نے یاجوج و ماجوج کے خلاف لوگوں سے مدد چاہی : قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ (۱)

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انا لا نستعین بمشرک (۲)

ترجمہ ، ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے) کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ اگر استعانت مسلمانوں سے ہو تو وہ جائز ہے ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدمت گزار تھے ، وضو اور دیگر ضروریات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی لایا کرتے ، ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر اس اپنی مسرت کا اظہار کیا ۔ ربیعہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

یا ربیعۃ سلنی ؟ قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود (۳)

ترجمہ : اے ربیعہ مجھ سے مانگ ، فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ اور کوئی مانگ ، میں نے عرض کی یہی کافی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کیجئے ۔

حدیث بالا سے کئی اہم امور پر آگہی ہوتی ہے ، علاوہ ازیں یہ پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کی طلب جائز ہے یہ تو اخروی نجات کے لئے امتی کی اپنے حق میں مدد ہے اس کے برعکس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اخروی نجات اور بخشش کے لئے درخواست کا وسیلہ بنانے اور طلب مدد کے لئے اللہ رب العزت نے خود تعلیم فرمائی ارشاد ربانی ہے :

---

(۱) الکہف آیت ۹۵ (۲) سنن ابی داؤد

(۳) ابن ماجہ

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ولو أنهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توّابا رحيما (۱)

ترجمہ : اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں پھر آپکی خدمت میں حاضر ہوں اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی اُن کے لئے بخشش کی درخواست کرے تو وہ یقیناً اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔

رجالِ غیب سے طلب مدد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اذا ضلّ أحدكم شيئا او اراد عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني فان لله عبادا لا يراهم (۲)

ترجمہ : اگر تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد کا ارادہ کرے جب وہ ایسے علاقے میں ہو جہاں اور کوئی مونس نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ تین بار کہے :

یا عباد اللہ اعینونی ـــــ اے اللہ کے بندو میری مدد کیجئے۔

کیونکہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ دیکھ نہیں سکتا۔

قرآن وسنت کے شواہد کی رو سے استعانت بالغیر کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ان اشیاء، یا صفات وافعال اور ذوات واشخاص کو عونِ الٰہی کے لئے وسیلہ بنایا جائے۔ اس کی اصل قرآن مجید کی آیت ـــــ " وابتغوا اليه الوسيله (۳)

ترجمہ : اور تم اللہ کی طرف وسیلہ چاہو) ہے ، بلکہ توسّل یعنی وسیلہ بنانا یہ معنی تو غیر خدا کے لئے خاص ہے کیونکہ اللہ عزوجل وسیلہ اور واسطہ بننے سے پاک ہے اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ درمیان واسطہ بنے گا۔ (۴)

استعانت اور تعاون

استعانت بالغیر کے جواز کی ایک دلیل تعاون باہمی بھی ہے۔ یہ تعاون انسانی معاشرت اور تمدن کی خشتِ اوّل ہے قرآن مجید

(۱) النساء آیت ۶۴ (۲) الطبرانی

(۳) المائدہ : آیت ۳۵

(۴) مجموعہ رسائل (اردو ترجمہ) مولانا احمد رضا خان ؒ ص ۸۲

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میں ہے ـــــ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت احادیث مروی ہیں جن میں ایک دوسرے کی مدد، حاجت برآری اور امور خیر میں تعاون باہمی پر تاکید فرمائی گئی۔ کتب حدیث میں قضاء حاجات المسلمین کے عنوان سے اس کار خیر پر متوجہ کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مدد اپنے بندوں تک بالعموم کسی واسطہ سے ہوتی ہے۔ یہی واسطے وہ اسباب و ذرائع ہیں جن میں اللہ رب العزت نے تاثیر رکھی ہے یہ سلسلہ اسباب ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی محیط ہے۔ معیشت ہو یا سیاست، معاشرت ہو یا تعلیم و تربیت ہر جگہ تعاون کے مظاہر ہیں۔

غرضیکہ انسانی زندگی سے متعلق معاملات اور انسانوں کی ضروریات اصول تعاون سے طے پاتے ہیں۔ اس لئے استعانت کی ہر نوع کو شرک اور گمراہی سے تعبیر کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔

حقیقی استعانت فاتحۃ الکتاب کے سیاق میں اگر استعانت سے مراد استعانت فی العبادۃ ہو تو ماقبل کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور آداب بندگی بجا لاتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہے کہ عبادت کی نعمت میسر نہیں آسکتی، جب تک کہ اس کی توفیق کا سوال نہ کیا جائے اس لئے کہ عبادت آسان نہیں ہوتی جب تک مخلوق، شیطان اور نفس اور ان کے عوارض کے شر کو روک نہ دیا جائے ایک طرف تو ان موانع کو دور کئے بغیر عبادت ممکن نہیں اسی طرح ریاکاری، طلب شہرت، خود پسندی جیسے امور بھی کمال عبادت کے منافی ہیں۔ دوسری طرح کمال عبادت کے لئے ضروری ہے کہ خوف، رجا اور شوق مشاہدہ موجود ہو۔ اول الذکر موانع کا دفعیہ اور مؤخر الذکر کا حاصل ہونا بغیر عون الٰہی کے متصور نہیں اس لئے بندہ بارگاہِ خداوندی میں استعانت کرتا ہے۔

استعانت کے بعد طلب ہدایت سے اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں

---

(۱) مجموعہ رسائل (اردو ترجمہ) مولانا احمد رضا خانؒ : ص ۸۲

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اگر اس سے پہلے کوئی وسیلہ پیش کیا جائے یہاں ہدایت کے لئے دعاء کی جارہی ہے اور عبادت کو بطورِ وسیلہ پیش کیا جارہا ہے علامہ زمخشری اس اسلوب سے یہ ضابطہ اخذ کرتے ہیں : لأن تقديم الوسيلة قبل طلب الحاجة يستوجب الإجابة ايها (۱) کیونکہ طلب حاجت سے قبل وسیلہ اس لئے ہے تاکہ اسکی قبولیت یقینی ہوجائے ۔

خلاصۂ کلام ہے کہ حقیقی استعانت سے مراد بجز اس کے کچھ نہیں کہ اسباب ظاہری میں بھی مؤثر حقیقی اللہ رب العزت کو مانا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ مقربان بارگاہِ الٰہی سے مدد اور عون طلب کرنے کی ہر صورت درحقیقت اللہ رب العزت سے استعانت ہے ۔ اس لئے کہ ان اشخاص کہ جن کا توسل کیا جاتا ہے ان میں یہ قدرت اور تاثیر اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے ۔ اس لحاظ سے طلب العون عن الاسباب میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ عون و مدد بدون اذنِ خدا ممکن نہیں ، اشخاص کہ جو اسباب بنتے ہیں ان کے دل میں اعانت کا خیال اور مدد کی طاقت پیدا کرنے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے ۔

بالعموم تعاون کے امور میں کسی شخص کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جس سے تعاون کی درخواست کی جارہی ہے وہ مستقل بالذات ہے ۔

استعانت بمعنی طلبِ دیدارِ الٰہی

اہل باطن فرماتے ہیں کہ استعانت اس جگہ بمعنی طلب عون یعنی طلب مدد کے نہیں بلکہ طلب معاینہ کے ہے یعنی عبادت ہماری طرف سے ہے اور مرتبہ معاینہ کا دینا اور عین الیقین کو پہنچانا اللہ کا کام ہے (۲) ——— گویا بندہ جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے تو ذکر اسمار باری کے ساتھ وہ حالتِ غیبت سے حالتِ حضور کی طرف آتا ہے اور ایاك نعبد کیساتھ اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں پاتا ہے ، پھر کمالِ عبادت اور مقصودِ عبادت کے لئے دامن طلب پھیلاتا ہے چونکہ مقصود عبادت ہے ، انوار و تجلیات الٰہی کا مشاہدہ اور دیدار ، اس

---

(۱) الکشاف ، علامہ زمخشری ج ۱ : ص ۱۵

(۲) تفسیر عزیزی : شاہ عبدالعزیز دھلوی ج ۱ : ص ۲۹

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سیاق میں ایاک نستعین کا مفہوم یہ ٹھہرا کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں آداب بندگی بجا لاتے ہیں، ہم تیرے جلووں کے نظارہ کا شوق رکھتے ہیں۔ اس لئے تجھ سے تیری ہی ذات کا سوال کرتے ہیں۔

ضابطۂ استعانت اور اصلاح نفس

فاتحۃ الکتاب میں "ایاک نستعین" سے بارگاہِ خداوندی سے مانگنے کا سلیقہ تعلیم فرمایا گیا اور پھر وظیفۂ استعانت سے توکل اور استعانت اور استغناء کی تربیت مہیا کی گئی۔ گویا بندہ جب عرض کرتا ہے "ایاک نستعین" تو وہ اسوۂ ابراہیمی کو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ انتہائی مصائب و شدائد میں بھی اور عام حالات میں بھی وہ کلیتہً اپنے رب پر انحصار کرتا ہے، اسی ذات قادرِ مطلق پر اعتماد کرتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ یہ ہے کہ آپ کو نارِ نمرود میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جب جبریلِ امین حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں "ھل لك من حاجة؟ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں "اما الیك فلا" جبریلِ امین عرض کرتے ہیں اپنے رب سے درخواست کیجئے تو جواب میں فرمایا۔ "حسبی من سئوالی علمہ بحالی"[1] استعانت باللہ اس مفہوم میں توکل کا دوسرا نام ہے۔ اپنے رب پر مکمل انحصار اور اعتماد کا احساس بندہ کو غیر اللہ سے بے نیاز کر دیتا ہے اس طرح وہ کمالِ استغناء کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔

استعانت باللہ میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بندہ کو اپنے عجز کا یقین ہو جاتا ہے۔ یہ یقین تکبر، غرور اور نخوت کا علاج ہے۔ استعانت باللہ پر ایمان جب عمل میں ڈھل جاتا ہے تو وہ فضائل اخلاق جنم لیتے ہیں جو شرفِ انسانیت اور کمالِ آدمیت کی اساس بنتے ہیں۔

۱۔ تفسیر کبیر: فخر الدین الرازی ج ۱ ص ۲۵۴

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجتماعی مطالعۂ قرآن مجید کی ایک تحریک

سلسلہ وار

ماہانہ

درسِ قرآن

از:

پروفیسر محمد شریف سیالوی

ہر انگریزی ماہ کی ۲۷ تاریخ

عصر تا مغرب

بمقام:- جناح ہال، گھنٹہ گھر، ملتان

زیرِ اہتمام: مرکزِ تعلیماتِ اسلامیہ پاکستان

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar